

ایک مارواری صاحب نے فرمایا۔ اچکو سو ہے۔

ایک مولوی صاحب بولے۔ کوئی اشتہاری ملزم ہے۔

خلقت کو اپنا ہم خیال دیکھ کر پاسیوں کو اور بھی زور ہو گیا۔ را کو بھی اب ان کے ساتھ چپ چاپ چلے جانے ہی میں اپنی خیریت نظر آئی۔ اس طرح سر جھکالیا گیا اُسے اس کی بالکل پرواہ نہیں ہے کہ اس پر لٹھی پڑتی ہے یا تلوار۔ اتنا ذلیل وہ کبھی نہ ہوا تھا۔ جیل کا عذاب بھی شاید اتنا جان شکن نہ ہوتا۔

تھوڑی دیر میں تھانہ آگیا تماشا ٹیوں کا ہجوم بہت کم ہو گیا تھا۔ رانے ایک بار پیچھے کی طرف شرم گیر توقع سے دیکھا۔ دیی دین کا پتہ نہ تھا۔ رانے کے منہ سے ایک لمبی سی سانس نکل گئی۔

(۳۴)

پولیس اسٹیشن کے دفتر میں اس وقت بڑی میز کے سامنے چار آدمی بیٹھے ہوئے تھے ایک دروغ تھے گورے رنگ کے شوقین، جن کی بڑی بڑی آنکھوں میں ہمدردی کی جھلک تھی ان کی بغل میں نائب دروغ تھے یہ سکھ تھے بہت ہی مہنس مکھ زندہ دلی کے پتیلے گہیوں رنگ مضبوط اور متناسب اعضاء سر پر کیش تھے۔ ہاتھوں میں کڑے لیکن سکار سکار سے پر ہیز نہ کرتے تھے۔ میز کی دوسری طرف انسپٹر اور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ بیٹھے تھے۔ انسپٹر ادھیڑ سا فوہ لمبا آدمی تھا کوڑی کی سی آنکھیں۔ پھوے رخسار اور ٹنگنا قدر۔ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ لا بیا چھربہ جوان تھا بہت ہی کم سخن اور ذی فہم۔ ڈپٹی نے سکار کا ایک کش لے کر کہا۔ باہری گواہوں سے کام نہیں چل سکے گا۔ ان میں سے کسی کو اپروڈر بنانا ہو گا اور کوئی آلٹرنیٹو نہیں ہے۔

alternative approval.

انیکٹر نے دروغہ کی طرف دیکھ کر کہا ہم لوگوں نے کوئی بات اٹھا تو نہیں رکھی، از روئے حلف کہتا ہوں ہر قسم کا لاپچہ دے کر ہار گئے سمجھوں نے ایسا گٹ کر رکھا ہے کہ کوئی ٹوٹتا ہی نہیں، ہم نے باہر کے گواہوں کو بھی آزمایا، مگر وہ سب کانوں پر ہاتھ رکھتے ہیں۔
 ڈپٹی۔ اس مارواڑی کو پھر آزمانا ہوگا، اس کو بلا کر خوب دھمکائیے شاید اس کا کچھ دباؤ پڑے۔

انیکٹر۔ از روئے حلف کہتا ہوں آج صبح ہی سے ہم لوگ یہی تدبیر کر رہے ہیں۔
 بیچارہ باپ لڑکے کے پیروں پر گر پڑا۔ لیکن کسی طرح راضی نہیں ہوتا۔
 کچھ دیر تک چاروں آدمی خاموش بیٹھے رہے، آخر ڈپٹی نے مایوسانہ انداز سے کہا، مگر وہ نہیں چلنے سکتا، حکومت کا بدنامی ہوا۔

انیکٹر۔ ایک ہفتہ کی مہلت اور لیجئے۔ شاید کوئی گواہ نکل آئے۔
 یہ فیصلہ کر کے دونوں آدمی وہاں سے روانہ ہوئے۔ نائب داروغہ بھی ان کے ساتھ ہی چلے گئے۔ دروغہ جی نے حقہ منگوا یا کہ دفعۃً ایک مسلمان سپاہی نے آکر کہا۔
 حضور لائیئے کچھ انعام دلو ایسے۔ ایک بلزم کو شبہ پر گرفتار کیا ہے، الہ آباد کا رہنے والا ہے، رانا ناتھ نام ہے پہلے نام اور سکونت غلط بتلائی تھی، دیہی دین کھٹک جو کنگڑ پر رہتا نہیں ہے اسی کے بیان مٹھڑا ہوا ہے ذرا ڈاٹ کر بتائیے گا تو سب کچھ اُٹھل دے گا۔

دروغہ دیہی دین وہی ہے نا جس کے دونوں لڑکے۔
 سپاہی رجبی ہاں روہی ہے وہی۔
 اتنے میں رانا ناتھ بھی دروغہ کے سامنے حاضر کیا گیا، دروغہ نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا، گویا دل میں اس کا حلیہ ملا رہے ہوں تب نیزنگا ہوں سے دیکھ کر بولے۔ اچھا یہ الہ آباد کا رانا ناتھ ہے خوب ملے بھائی، خوب ملے۔ چھ مہینے سے

پریشان کر رہے ہو۔ کیا صاف حلیہ ہے کہ اندھا بھی پہچان لے۔ یہاں کب سے آئے؟
 کانٹیل نے رما کو صلاح دی۔ سارا حال سچ سچ بتا دو تو تمہارے ساتھ کوئی
 سختی نہ کی جائے گی۔

رمانے چہرہ کو نشانش بنا کر کہا۔ جناب اب تو آپ کے ہاتھ میں ہوں رعایت
 کیجئے یا سختی کیجئے۔ الہ آباد کی میونسپلٹی میں ملازم تھا حماقت کیجئے یا بد نصیبی، جنگی کے
 چار سو روپے مجھ سے خرچ ہو گئے۔ میں وقت پر روپے جمع نہ کر سکا، شرم کے مارے
 گھر والوں سے بھی کچھ نہ کہہ سکا۔ نہیں تو اتنے روپے کا انتظام ہو جانا کچھ مشکل نہ تھا۔
 جب کچھ بس نہ چلا تو وہاں سے بھاگ کر یہاں چلا آیا، اس میں ایک حرف بھی غلط نہیں
 ہے۔

دروغ نے چہرے کو متین بنا کر کہا۔ معاملہ کچھ سنگین ہے کچھ جوا کھیلنے تھے یا بیوی
 کے زیور بنوائے تھے۔

رما ابھی کچھ جواب نہ دینے پایا تھا کہ دی دیوٹا آکر کھڑا ہو گیا۔
 دروغ نے تند لہجہ میں پوچھا۔ کیا کام ہے یہاں؟
 دیو۔ جورو کو سلام کرنے چلا آیا۔ ان بیچارے پر رحم کی نگاہ رکھئے گا، بیچارے بڑے
 میدھے آدمی ہیں۔

دروغ، بچا سرکاری ملازم کو گھر میں پھپھاتے ہو، اس پر سفارش کرنے آئے ہو۔
 دیو، میں کیا سفارش کروں گا جورو د کوٹری کا آدمی ہوں۔
 دروغ، جانتا ہے ان پر وارنٹ ہے سرکاری روپے غبن کو گئے ہیں۔
 دیو، جورو بھول چوک آدمی ہی سے تو ہوتی ہے جوانی کی عمر ہے ہی خرچ ہو گئے
 ہونگے۔

یہ کہتے ہوئے اس نے پانچ گنیاں نکال کر میز پر رکھ دیں۔

دروغہ نے تڑپ کر کہا۔ یہ کیا ہے۔

دیہی۔ کچھ نہیں۔ جھور کو پان کھانے کو۔

دروغہ رشوت دینا چاہتا ہے کہو تو بچا اسی الزام میں بھیج دوں۔

دیہی۔ بھیج دیجئے۔ گھروالی نگڑی کفن کی پھکر سے جھوٹ جائے گی۔ وہیں بیٹھا ہوا آپ کو دعا دینگا۔

دروغہ۔ اگر انہیں چھڑانا ہے تو بچا اس گنیاں لاکر سامنے رکھو۔ جلتے ہو ان کی گرفتاری پر پانچ سو روپے کا انعام ہے۔

دیہی۔ آپ کے لئے اتنا انعام کیا ہے۔ یہ بے چارے پر دیہی آدمی ہیں جب تک جنیں گے آپ کو یاد کریں گے۔

دروغہ۔ بک بک مت کرو۔ یہاں دھرم کمانے نہیں آئے ہیں۔

دیہی۔ بہت تنگ ہوں جھور۔ دوری دکان تو نام کی ہے۔

کانسٹبل۔ بڑھیا سے مانگ جل کے۔

دیہی۔ کمانے والا تو میں ہی ہوں۔ لڑکوں کا حال جانتے ہی ہو۔ پیٹ کاٹ کر

کچھ روپے جمع کر رکھے تھے سو ابھی ساتوں دھام کئے چلا آتا ہوں۔

دروغہ تو اپنی گنیاں اٹھائے۔ اسے باہر نکال دو دی۔

دیہی۔ آپ کا حکم ہے تو لیجئے جاتا ہوں، دھکے کیوں دلو ایسے گا۔

دروغہ۔ کانسٹبل سے انہیں حراست میں رکھو منشی سے کہو ان کا بیان لکھ

لیں۔

رانا ناتھ نے دیہی دین کے چہرے پر اتنی حسرت ناک معذوری کہی نہ دیکھی تھی جیسے

کوئی چڑیا اپنے گھونسلے میں بلی کو گھستے دیکھ کر بے قرار ہو گئی ہو، وہ ایک لمحہ تھانے کے

دروازے پر کھڑا رہا پھر پیچھے پھرا اور ساہی سے کچھ کہہ کر لپکا ہوا سٹرک تک چلا گیا۔

مگر ایک ہی لمحہ میں پھر ٹوٹا اور دروغ سے بولا۔ جو دروغ گھنٹ کی مہلت نہ دیکھئے گا۔
 رہا بھی تک وہیں کھڑا تھا اس کی یہ حالت دیکھ کر دوپڑا بولا۔ دادا اب تم حیران نہ
 ہو میری تقدیر میں جو کچھ لکھا ہے وہ ہونے دو۔ میرے باپ بھی ہوتے تو اس سے زیادہ
 اور کیا کرتے۔ میں مرتے دم تک تمہارا احسان مانوں گا۔

دیہی دین نے آنکھیں پونچھتے ہوئے کہا کیسی بات کرتے ہو بیٹا۔ جب روپوں پر
 آگئی تو دیہی دین پیچھے ہٹنے والا نہیں ہے۔ اتنے روپے تو ایک دن کے جوئے میں ہار گیا
 ہوں ابھی گھر بیچوں تو دس ہزار کی مالیت ہے کیا سر پر لاد کر لے جاؤں گا دروغ
 سے، ابھی نہیں حراست میں بھیجئے میں روپے کی فکر کر کے تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔
 دیہی دین چلا گیا تو دروغ نے ہمدردانہ لہجہ میں کہا ہے تو خزانہ گمراہ ایک تم
 نے اسے کوئی جڑی تنگمادی۔

رہا غریبوں پر سبھی کو رحم آتا ہے۔

دروغ نے مسکرا کر کہا۔ پولیس کو بھوڑ کرانا اور کہیئے مجھے تو یقین نہیں پچاس

گنیاں لائے۔

رہا۔ اگر لائے بھی تو میں اتنا بڑا نادان نہیں دلانا چاہتا۔ آپ مجھے شوق سے

حراست میں لے لیں۔

دروغ نے مجھے پانچسو کی جگہ ساڑھے چھ سو مل رہے ہیں تو کیوں چھوڑ دوں، تمہاری

گفتاری کا انعام میرے کسی دوسرے بھائی کو مل جائے تو کیا بُرائی ہے۔

بیکار ایک دادروغ کو جیسے کوئی بھولی ہوئی بات یاد آگئی۔ میری دراز سے ایک مسل

نکائی۔ اس کے درق ادھر ادھر اڑے تب شفقت آہیز بجم میں بولے۔ اگر میں کوئی ایسی

ترکیب بتلا دوں کہ دیہی دین کے روپے بھی بچ جائیں اور تمہارے اوپر کوئی احرف بھی نہ

ہوئے تو کیا؟

رما کو یقین نہ آیا، بولا: کیا ایسی بھی کوئی ترکیب ہے؟
 دردِ غم را جی سائیں کے سو کھیل ہیں، آپ کو صرف ایک مقدمہ میں شہادت دینی
 پڑے گی۔
 رما جھوٹی شہادت ہو گی۔

دردِ غم نہیں بالکل سچی۔ بس یہی سمجھ لو کہ آدمی بن جاؤ گے، میونپلی کے پنجے سے تو
 جھوٹ ہی جاؤ گے۔ شاید سرکار پرورش بھی کرے۔ بولہ۔ اگر جالان ہو گیا تو پانچ سال سے
 کم سزا نہ ہو گی، مگر اس وقت دیہی دین نہیں بچا بھی لے تو بکوسے کی ماں کب تک خیر نہ لے
 گی، مگر میں مجبور نہیں کرتا تم اپنا نفع نقصان خود سمجھ سکتے ہو۔

دردِ غم نے ڈکیتی کی داستان کہہ سالی۔ رما ایسے کئی مقدمے اخباروں میں
 پڑھ چکا تھا، بدگمان ہو کر بولا۔ تو مجھے مخبر بننا پڑے گا اور یہ کہنا پڑے گا کہ میں بھی ان ڈکیتوں
 میں شریک تھا، یہ تو جھوٹی شہادت ہے

دردِ غم معاملہ بالکل سچا ہے۔ کسی بے گناہ کی جان خطرہ میں نہ آئے گی۔ وہی لوگ
 سزا پائیں گے جو سزائے موتی ہیں، تب جھوٹ کہاں رہا، ڈاکوؤں کے خوف سے یہاں کے لوگ
 شہادت دینے سے گریز کرتے ہیں، بس اور کوئی بات ایسی نہیں ہے سوچ لیجئے شام تک
 جواب دیجئے گا۔ یہ مانتا ہوں کہ آپ کو کچھ جھوٹ بولنا پڑے گا، لیکن نتائج کے اعتقاد
 حقیقت ہیں۔

رما کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی۔ اگر ایک بار جھوٹ بول کر وہ اپنی پھلی حمایتوں
 کی تلافی کر سکے تو پوچھنا ہی کیا۔ اس میں بہت آگ پیچھ کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ وہ
 جانتا تھا کہ پولیس اس وقت غرض مند ہے اور وہ میری کوئی واجب شرط نا منظور نہ
 کرے گی۔ اس انداز سے بولا، گویا اس کا دل حق و باطل کے منہ میں پڑا ہوا ہے مجھے
 یہی خوف ہے کہ کہیں میری شہادت سے بے گناہ پھنس جائیں۔

دروغہ اس کام میں آپ کو یقین دلانا ہوں۔

رہا اور اگر میونسپلٹی میری گردن ناپے تو میں کسے پکاروں گا۔

دروغہ مجال ہے۔ میونسپلٹی چون کر سکے۔ فوجداری کے مقدمہ میں مدعی تو سرکار ہوگی
سرکار کی جانب سے آپ کو تحریری معافی نامہ دے دیا جائے گا۔ بس اتنا سمجھ لیجئے کہ اگر
آپ کی شہادت اچھی ہوئی اور فریق ثانی کے جرموں کے جال سے آپ نکل گئے تو آپ
پارس ہو جائیں گے۔

دروغہ نے اسی وقت موٹر منگوائی اور رانا کو ساتھ لے کر ڈپٹی صاحب سے ملنے
چل دیئے۔ اتنی اہم کارگزاری دکھانے میں تاخیر کیوں کرتے۔ ڈپٹی صاحب سے تخلیہ
میں خوب ذیٹ اڑائی۔ اس آدمی کی صورت دیکھتے ہی بھانپ گیا کہ مغرور ہے فوراً
گرفتار کیا۔ تجربہ کاروں کی نگاہ کہیں چوک سکتی ہے حضور مجرم کی آنکھیں پھیپھڑا ہوں۔
اللہ آباد میونسپلٹی کے روپے غبن کر کے بھاگتا ہے اس معاملہ میں شہادت دینے پر
آمادہ ہے بادی پڑھا لکھا صورت کا شریف اور ذہین ہے۔

ڈپٹی نے مشتبہ انداز سے کہا۔ ہاں آدمی بیوشیا معلوم ہوتا ہے۔

دروغہ مگر معافی نامہ لئے بغیر اسے اعتبار نہ آئے گا۔ کہیں اسے یہ شبہ ہوا کہ
ہم لوگ اس کے ساتھ کوئی چال چل رہے ہیں تو صاف نکل جائے گا۔
ڈپٹی یہ تو ہوگا ہی۔ گورنمنٹ سے اس بارے میں بات چیت کرنا ہوگا۔ آپ
فون ملا کر اللہ آباد سے پوچھئے کہ اس آدمی پر کیا مقدمہ ہے۔

دروغہ نے ٹیلی فون ڈائریکٹری دیکھی نمبر ملایا اور بات چیت شروع ہوئی۔
ڈپٹی کیا بولا۔

دروغہ کہتا ہے یہاں اس نام کے کسی آدمی پر مقدمہ نہیں ہے۔

ڈپٹی۔ یہ کیا بات ہے بھائی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اس نے نام تو نہیں بدل دیا۔

دروغہ کہتا ہے میونسپلٹی میں کسی نے روپے غبن نہیں کئے۔ اس طرح کا کوئی معاملہ نہیں ہے۔

ڈپٹی۔ یہ تو بڑا تعجب کا بات ہے۔ آدمی بولتا ہے روپیے کر بھاگا ہے، میونسپلٹی بولتا ہے کوئی روپیہ غبن نہیں کیا۔ یہ آدمی پاگل تو نہیں ہے۔

دروغہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر دیں تمہارے اوپر کوئی الزام نہیں تو پھر اس کی گردبلی نہیں ملتی۔

ڈپٹی۔ اچھا میونسپلٹی کے دفتر سے پوچھئے۔
دروغہ نے پھر غبر ملایا، سوال و جواب سونے لگے۔
دروغہ۔ آپ کے یہاں رمانا تھ کوئی کلرک تھا۔

جواب۔ جی ہاں تھا۔

دروغہ وہ پھر روپے غبن کر کے بھاگا ہے۔
جواب۔ نہیں وہ گھر سے نکل گیا ہے لیکن غبن نہیں کیا، کیا وہ آپ کے یہاں ہے
دروغہ جی ہاں۔ ہم نے اُسے گرفتار کیا ہے، وہ خود کہتا ہے روپے اس نے غبن کئے۔ بات کیا ہے؟

جواب۔ آپ تو لال کھکڑ ہیں، ذرا دماغ لٹائیے۔

دروغہ۔ یہاں تو غفلت کام نہیں کرتی۔

جواب۔ یہیں کیا کہیں بھی کام نہیں کرتی۔ صرف شہادتیں گھرنا جانتی ہے، رستے رمانا تھ نے میزان لگانے میں غلطی کی تھی ڈر کر بھاگا۔ بعد کو معلوم ہوا کہ تحویل میں مطلق کی نہ تھی آئی سمجھ میں بات۔

ڈپٹی۔ اب کیا کرنا ہوگا کھان صاحب چڑھا لیتے ہیں۔

دروغہ۔ نکل کیسے کیا حضور۔ رمانا تھ سے یہ بات کہی ہی کیوں جائے۔ اسے کسی

آدمی سے ملنے ہی کیوں دیا جائے جو اسے یہ خبر دے سکے۔ گھر والے ضرور اس سے ملنے آئیں گے۔ کسی سے ملنے نہ دیا جائے۔ تحریریں کوئی بات نہ لائی جائے۔ صرف زبانی اطمینان دلایا جائے۔

ادھر تو یہ مشورے ہو رہے تھے ادھر دی دین ایک گھنٹہ میں لوٹ کر تھلے آیا۔ کانسٹیبل نے کہا کہ درد غہ جی تو صاحب کے پاس گئے۔
دی دین نے گہرا کر کہا۔ تو بھیا کو حراست میں ڈال دیا۔
کانسٹیبل۔ نہیں۔ انہیں بھی ساتھ لے گئے۔

دی دین نے سر پیٹ کر کہا۔ پولیس والوں کی بات کا کوئی بھروسہ نہیں۔ کہہ گیا کہ ایک، گھنٹہ میں روپے لے کر آتا ہوں۔ مگر اتنا بھی صبر نہ ہوا۔ سرکار سے پانچ سو ہی ملیں گے تو چھ سو دینے کو تیار ہوں۔ اب اوپر ہی اوپر انہیں پراگ راج بھیج دیں گے۔ میں دیکھ بھی نہ سکتا ہوں۔ بڑھیا رو رو کر مرنے لگی۔ یہ کہتا ہوا دی دین وہیں زمین پر بیٹھ گیا۔
کانسٹیبل نے پوچھا تو یہاں کب تک بیٹھے رہو گے۔

دی دین بے خوفی سے بولا۔ اب تو درد غہ جی سے دو دو باتیں ہی کر کے جاؤنگا۔ چلے جیل ہی جانا پڑے۔ مگر ٹھیکاروں کا جو در بڑی طرح ٹھیکاروں کا۔ ان کے بھی تو بال بچے ہیں۔ کیا بھگوان سے بالکل نہیں ڈرتے۔ تم نے بھیا کو جاتی بار دیکھا تھا بہت رنجیدہ تھے۔

کانسٹیبل۔ رنجیدہ تو نہیں تھے خاصی طرح ہنس رہے تھے۔ خاصی طرح دونوں صاحب موٹر میں بیٹھ کر گئے ہیں۔

دی دین کو یقین نہ آیا۔ بولا۔ ہنس کیا رہے ہونگے پچارے۔ منہ چاہے ہنس لیکن دل سے تو روتے ہی ہونگے۔

دی دین کو یہاں بیٹھے ایک گھنٹہ بھی نہ ہوا ہو گا کہ یکا یک جگو آ کر کمر طی ہوئی

دی دین کو دروازہ پر بیٹھ ہوئے دیکھ کر بولی۔ تم یہاں بیٹھے کیا کرتے ہو۔ بیٹیا کہاں ہیں؟
 دی دین نے شکستہ دل ہو کر کہا۔ اے گئے صاحب کے پاس نہ جانے بھیٹ ہوئی ہے
 ہے کہ اوپر ہی اوپر پر راج بھیجے جاتے ہیں۔
 جگو۔ دروغہ جی تو بڑے وہ ہیں کہاں تو کہا۔ اتنا لیں گے اتنا لیں گے کہاں لے
 کر چل دیئے۔

دی۔ اسی لئے تو بیٹھا ہوں۔

جگو۔ ہاں ٹھکانا ضرور جو اپنی بات کا نہیں وہ اپنے باپ کا کیا ہوگا۔ میں گھری
 کہوں گی میرا کیا کر لیں گے۔
 دی۔ دکان پر کون ہے۔

جگو۔ بند کرائی ہوں۔ ابھی بیچارے نے کچھ کھایا بھی نہیں، سویرے سے ویسے
 ہی ہے چو لے میں جائے وہ تماشا، اسی لئے ٹکٹ لینے تو جاتے تھے نہ گھر سے نکلتے تو کہہ
 کو نہ بلا سڑتی۔

دی۔ جو ادھر سے پراگ بھیج رہا تو۔

جگو۔ تو چھٹی تو آوے گی چل کر دیکھ آئیں گے۔

دی۔ (آنکھوں میں آنسو بھر کر) سزا ہو جائے گی۔

جگو۔ روپے جمع کر دیں گے تو کاہے کو سزا ہوگی۔ سرکار اپنے روپے ہی تو لیگی۔

دی۔ ارے بیگی ایسا نہیں بتو، چور مال لوٹا دے تو وہ چھوڑ تھوڑے ہی دیا

جائے گا۔

جگو نے صورت حال کا احساس کر کے کہا۔ دروغہ جی .. - ..

دروغہ جی کی موٹر سائے آہنچی، انسپٹر صاحب بھی تھے، رمان دونوں کو دیکھتے

ہی موٹر سے اتر کر آیا اور خوش ہو کر بولا۔ تم یہاں دیر سے بیٹھے ہو کیا داد آؤ کرے

میں چلو۔ تم کب آئیں اماں !
 دردغہ نے مذاقاً پوچھا کہ پوچھ دھری لائے روپے ؟
 دیہی رجب کہہ گیا کہ میں ابھی تھوڑی دیر میں آتا ہوں تو آپ کو میری راہ دیکھنی چاہیے
 تھی چلتے اپنے روپے لیجئے۔
 دردغہ کھود کر نکالے ہو گئے۔

دیہی آپ کے اقبال سے ہزار پانچ سو ابھی ہی نکل سکتے ہیں چلو بیٹا ! بڑھیا کب
 سے کھڑی ہے میں روپے چکا کر آتا ہوں۔
 دردغہ تو بھائی اپنے روپے لے جا کر کسی ہانڈی میں رکھ دو۔ افروں نے انہیں
 چھوڑنے سے انکار کیا میرے بس کی بات نہیں۔
 انیکٹر صاحب تو پہلے ہی دفتر میں چلے گئے تھے یہ تینوں آدمی باقی کرتے اس
 کے بغل والے کمرے میں گئے۔

دیہی۔ دردغہ جی ! مردوں کی بہت ایک ہوتی ہے میں تو بھی جانتا ہوں میں روپے
 آپ کے حکم سے لایا ہوں۔ آپ کو اپنا قول پورا کرنا پڑے گا کہہ کر نکر جانا بیچوں کا
 کام ہے۔

انسنے گت خانہ الفاظ میں کر دردغہ جی کو بھنا جانا چاہیے تھا لیکن انہوں نے ذرا بھی
 برا نہ مانا۔ ہنستے ہوئے بولے۔ بھائی اب چاہے کینہ کہو چاہے دغا باز کہو۔ مگر اب انہیں
 چھوڑ نہیں سکتے۔ ایسے شکار روز نہیں ملا کرتے۔ قول کے پیچھے اپنی ترقی نہیں چھوڑ سکتا۔
 دردغہ کے ہنسنے پر دیہی دین اور بھی تیز ہوا۔ تو آپ نے کہا کس منہ سے فقار
 دردغہ۔ کہا تو اسی منہ سے تھا لیکن منہ ہمیشہ یکساں تو نہیں رہتا۔ اسی منہ سے
 گلابی دیتا ہوں۔ اسی منہ سے اس کی تعریف کرتا ہوں۔
 دیہی۔ (شک کر) یہ مونچھیں مڑوا ڈالئے۔

دروغہ مجھے بڑی خوشی سے منظور ہے، نیت تو میری پہلے ہی تھی۔ لیکن شرم کے مارے نہ مڑا تا تھا۔ اب تم نے دل مضبوط کر دیا۔

دیوی۔ سنیئے مت دروغہ جی۔ آپ جنتے ہیں اور میرا خون جلا جاتا ہے، چاہے جیل ہی کیوں نہ ہو جائے لیکن میں کپتان صاحب سے ضرور کہہ دوں گا۔ ہوں تو ٹھیکے کا آدمی لیکن آپ کے اقبال سے بڑے بڑے افسروں تک پہنچ ہے۔

دروغہ۔ ارے یار تو کیا سچ بچ کپتان صاحب سے میری شکایت کر دو گے ؟ دیوی دین نے سمجھا کہ دھمکی کارگر ہوتی، اگر طر کر بولا۔ آپ جب کسی کی نہیں سنتے۔ بات کہہ کر نکر جاتے ہیں دوسرے بھی اپنی سی کریں گے ہی، میم صاحب تو روز ہی دکان پر آتی ہیں۔

دروغہ۔ کون دیوی۔ اگر تم نے صاحب یا میم صاحب سے میری شکایت کی تو قسم کھا کر کہتا ہوں گھر کھدو اگر پھینک دوں گا۔

دیوی۔ جس دن میرا گھر کھدے گا اس دن یہ پگڑی اور چپڑوں بھی نہ رہے گی

جور۔

دروغہ۔ اچھا تو مارو ہاتھ پر ہاتھ ہماری تنہاری دو دو چوٹیں ہو جائیں۔

دیوی۔ پچھتاؤ گے سرکار کہے دیتا ہوں پچھتاؤ گے۔

رما اب ضبط نہ کر سکا اب تک وہ دیوی دین کی بد مزاجی کا نشانہ دیکھنے کے لئے بیسگی بلی بنا کھڑا تھا تقہر مار کر بولا۔ دادا دروغہ جی جنتیں چڑھ رہے ہیں، ہم لوگوں میں ایسی صلاح ہو گئی ہے کہ میں بغیر کچھ لکے دیئے ہی رہا ہو جاؤنگا۔ اس کے علاوہ مجھے کوئی جگہ بھی مل جائے گی۔ صاحب نے پکا وعدہ کیا ہے مجھے اب یہیں رہنا ہوگا۔

دیوی دین اس کا کچھ مطلب نہ سمجھ سکا، بولا کہی بات۔ بھیا کیا کہتے ہو، کیا پوس

والوں کے چپکے میں آگئے، اس میں کوئی نہ کوئی چال ضرور چھپی ہوگی۔
 دلنے اطمینان کے ساتھ کہا اور کوئی بات نہیں مجھے ایک مقدمہ میں شہادت دینی
 پڑے گی۔

دیہی دین نے بدگمانی سے سر ہلا کر کہا، جھوٹا مقدمہ ہوگا۔
 رمار نہیں دادا۔ بالکل سچا معاملہ ہے میں نے پہلے ہی پوچھ لیا ہے۔
 دیہی دین کو اطمینان نہ ہوا، بولا، میں اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا بھیا۔ ذرا
 سوچ سمجھ کر بات کرنا اگر میرے روپوں سے ڈرتے ہو تو یہی سمجھ لو کہ اگر دیہی دین نے روپوں
 کی پرواہ کی ہوتی تو آج لکھ پتی ہوتا۔ انہیں ہاتھوں سے سو سو روپے کما لے ہیں، اور
 سب اڑا دیئے ہیں۔ کس مقدمہ میں شہادت دینی ہے کچھ معلوم ہوا۔
 دروغہ جی نے رما کو جواب دینے کا موقع نہ دے کر کہا، وہی ڈکیتی والا معاملہ ہے
 جس میں کئی غریب آدمیوں کی جان گئی تھی، ان ڈاکوؤں نے صوبہ بھر میں ہنگامہ مچا رکھا
 تھا۔ ان کے خوف کے مارے کوئی آدمی گواہی دینے پر راضی نہیں ہوتا۔

دیہی دین نے بے رنجی کے ساتھ کہا، اچھا تو یہ مخبرین آگئے یہ بات ہے، اس
 میں تو جو پولیس سکھائے گی وہی نہیں کہنا پڑے گا۔ میں چھوٹی سمجھ کا آدمی ہوں۔ ان باتوں
 کا مطلب کیا جانوں، لیکن مجھ سے کوئی مخبر بننے کو کہتا تو نہ بنتا۔ چاہے کوئی لاکھ روپے
 دیتا۔ باہر کے آدمی کو کیا معلوم کہ کون کسور دار اور کون بے کسور ہے۔ دو چار مجبوروں
 کے ساتھ دو چار بے کسور تو ضرور ہی ہوں گے۔

دروغہ، ہرگز نہیں جتنے آدمی گرفتار کئے گئے ہیں سب پکے ڈاکو ہیں۔

یہی یہ تو آپ کہتے ہیں نام ہمیں کیا معلوم۔

دروغہ، ہم لوگ بے گناہوں کو پھنسا لیں گے ہی کیوں یہ تو سوچو!

دیہی یہ سب بھگتے بیٹھا ہوں دروغہ جی! اس سے تو یہی اچھا ہے کہ آپ انکا

چلان کر دین رسالہ دو سال کی سجا ہی تو ہوگی۔

رہنے بزدلانہ انداز سے کہا۔ میں نے خوب سوتل لیا ہے دادا۔ پوری مسل دیکھ لی ہے اس میں کوئی بے گناہ نہیں ہے۔

دیوی دین نے دل شکستہ ہو کر کہا۔ ہو گا بھائی جان تو بیماری ہوتی ہے یہ کہہ کر وہ لوٹ پڑا۔ اپنے جذبات کو وہ اس سے زیادہ واضح طور پر ظاہر نہ کر سکتا تھا۔
یہ ایک اُسے ایک بات یاد آگئی مڑکھ بولا۔ ہمیں کچھ روپے دینا جاؤں بھیا!
رہنے خفت کے ساتھ کہا۔ کیا ضرورت ہے۔

دروغہ آج سے انہیں نہیں رہنا پڑے گا۔

دیوی دین طنز کے انداز سے بولا۔ ہاں تجور۔ اتنا جانتا ہوں۔ ان کی دعوت ہوگی
بمگھر رہنے کو ملے گا نوکر ملیں گے موڑ ملے گی۔ یہ سب جانتا ہوں کوئی باہر کا آدمی
ان سے ملنے نہ پائے گا۔ نہ یہ کسی سے ملنے پائیں گے یہ سب دیکھ چکا ہوں۔

یہ کہتا ہوا دیوی دین تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا چل دیا۔ گویا یہاں اس کا دم
گھٹ رہا ہو دروغہ نے اسے پکارا مگر اس نے پھر کو نہ دیکھا اس کے چہرے سے
میاؤسی چھائی ہوئی تھی۔

جگو نے پوچھا بھیا نہیں آرہے ہیں۔

دیوی دین نے مڑک کی طرف متکتے ہوئے کہا۔ بھیا اب نہیں آویں گے جب
اپنے ہی اپنے نہ ہوئے تو بھیا تو بیگانے ہی ہیں۔

دونوں اس طرح اُداس مگر کی طرف چلے۔ گویا کسی عزیز کی لاش جلا کر لوٹ
رہے ہوں۔

(۳۵)

رونے میں کتنا سکون ہے کتنی تقویت رکھتا روحانی سر در ہے جو تنہائی میں پیچ کر

کسی کی یاد میں کسی کے فراق میں یا کسی درد سے قیاب ہو کر سبک سبک کر رہی ہو یا۔
 وہ زندگی کی ایک ایسی نعمت سے محروم ہے جس پر ہر ہاستر تپتا رہتا ہے۔ اس بیٹھے درد
 کا لطف انہیں سے پوچھو۔ جنہیں یہ مبارک موقع ملتے ہیں، ہنسی کے بعد دل پر مردہ ہو جاتا
 ہے گو یا ہم تھک گئے ہوں۔ مضمحل ہو گئے ہوں۔ رونے کے بعد ایک نئی فرحت۔ ایک تازہ
 شگفتگی۔ ایک طرح افزائش کا احساس ہوتا ہے۔ حالانکہ اس کے پاس اخبار کے دفتر سے
 خط پہنچا۔ تو اسے پڑھ کر وہ رو پڑی۔ ایک ہاتھ میں خط لئے اور دوسرے میں چوکھٹ بکڑ
 وہ خوب روئی رکھا سوچ کر روئی۔ یہ کون کہہ سکتا ہے شاید اس غیر متوقع کامیابی نے مرث
 کی اس گہرائی تک پہنچا دیا۔ جہاں پانی ہے یا اس بلندی تک جہاں برف ہے آج
 چھ مہینے کے بعد اسے پڑمردہ جانے والا۔ اتنے دنوں وہ دعا شعار امید اور بے رحم
 مایوسی کا کھلونا بنی رہی۔ آہ کتنی بار اس کے دل میں شورش ہوئی کہ زندگی کا خاتمہ
 کر دے۔ اس تاریکی میں اسے امید کی روشنی صاف نظر آ رہی تھی۔ اس نے سوچا وہ کتنے
 بے درد ہیں۔ چھ مہینے سے وہاں بیٹھے ہیں۔ ایک خط بھی نہ لکھا۔ آخر یہی تو سوچ لیا ہو گا
 کہ بہت درد کر مر جائے گی۔ انہوں نے میری پرواہ ہی کب کی۔ دس بیس روپے تو
 آدمی یا دوستوں میں خرچ کر دیتا ہے یہ محبت نہیں ہے محبت دل کی چیز ہے روپے
 کی نہیں۔

جب تک دنیا کا کچھ پتہ نہ تھا۔ حالانکہ اس کے الزام اپنے سر رکھتی تھی۔ لیکن آج اس کا
 سراخ پاتے ہی کیا کہ اس کا دل اس کی طرف سے سمجھ ہو گیا۔ طرح طرح کے شکوے پیدا
 ہونے لگے۔ وہاں کیا سمجھ کر بیٹھے ہوئے ہیں اسی لئے وہ آزاد ہیں خود مختار ہیں کسی کا دیا
 نہیں کہلاتے۔ اس طرح اگر میں بغیر کپے سننے کہیں چلی جاؤں تو قیامت آجائے۔ شاید
 تلوار لے کر میری گردن پر سوار ہو جائے یا زندگی بھر منہ دیکھے۔

اتنے میں ریشی بالونے دروازہ پر بکارا۔ گوی۔ گوی۔ ذرا ادھر آنا۔ منشی جی نے

اپنے کمرے میں پڑے پڑے کراہ کر کہہ کون ہے بھائی کمرے میں آ جاؤ۔ ارے آپ ہیں ریش بابو
 بابو جی میں تو مر گیا۔ بس یہی سمجھ لیجئے کہ نئی زندگی پائی کوئی اُمید نہ تھی۔ کوئی آگے ہے نہ پیچھے
 دو ٹوڈے آوارہ ہیں مروں یا جیوں ان سے مطلب نہیں، ان کی ماں میری صورت سے
 ڈرتی ہے، بچاری بھونے میری جان بچائی کہ وہ نہ ہوتی تو اب تک چل بسا ہوتا۔
 ریش بابو نے معصومی ہمدردی دکھاتے ہوئے کہا۔ آپ اتنے بیمار ہو گئے اور
 مجھے خبر تک نہ دی۔ میرے یہاں رہتے آپ کو اتنی تکلیف ہوئی۔ بھونے ایک پرزہ نہ
 لکھ دیا، رخصت یعنی پڑی ہوگی۔

منشی جی۔ چھٹی کے لئے درخواست تو بھیج دی تھی مگر صاحب میں نے ڈاکٹری ٹریفکٹ
 نہیں بھیجا، سولہ روپے کس کے گھر سے لاتا۔ آپ تو جانتے ہی ہیں بغیر فیس لئے ڈاکٹر
 لوگ بات نہیں کرتے۔ یہ تو ڈاکٹروں کا حال ہے دیکھو رہے ہیں آدمی مر رہا ہے مگر
 بغیر فیس لئے قلم نہ اٹھائیں گے۔

ریش بابو نے فکر مندانہ لہجہ میں کہا۔ یہ تو آپ نے بُری خبر سنائی، اگر رخصت
 نامنظور ہوئی تو کیا کیجئے گا۔

منشی جی نے ماتھا ٹھونک کر کہا۔ ہو گا کیا مگر بیچ رہوں گا، صاحب پوچھیں گے تو
 صاف کہہ دوں گا سرجن نے چھٹی نہیں دی۔ آخر سرکار نے انہیں کس لئے تعینات کیا ہے۔
 محض کرسی کی زینت بڑھانے کے لئے، مجھے برخواست ہو جانا منظور ہے مگر سر ٹریفکٹ
 نہ دوں گا، دیکھئے نوڈے غائب ہیں آپ کے لئے پان کیسے منگوائیں۔

ریش نے مسکرا کر کہا۔ میرے لئے آپ تردد نہ کریں، میں آج پان کھانے کا نہیں
 بیٹ بھر مٹھائی کھانے آیا ہوں۔ (جالپا کو پیکار کر) بھوجی! ہمارے لئے خوشخبری
 لایا ہوں، مٹھائی منگواؤ۔

جالپا نے پان کی طشتی ان کے سامنے رکھ دی اور بولی، پہلے وہ خبر وہ سنائیے

شاید آپ جس خبر کو نئی سمجھ رہے ہیں وہ پرانی ہو گئی ہو۔
ریش کہیں ہونہر مانا تھا کا پتہ چل گیا۔ کلکتہ میں ہیں۔

جالیا۔ مجھے پہلے ہی معلوم ہو چکا۔
منشی جی جمپٹ کر اٹھ بیٹھے۔ اُن کا بخار گویا بھاگ کر اشتیاق کی آڑ میں چھپا
ریش کا ہاتھ پکڑ کر بولے معلوم ہو گیا۔ کلکتہ ہی میں ہیں کوئی خط آیا تھا۔
ریش۔ خط نہیں تھا ایک پولیس انکوائری تھی، میں نے کہہ دیا ان پر کیسی طرح
کا الزام نہیں ہے۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا ہو جی۔
جالیا نے کل داستان کہہ سنائی۔ اخبار کا خط بھی دکھایا، خط کے ساتھ روپوں
کی ایک رسید تھی جس پر رما کے دستخط تھے۔

ریش۔ دستخط تو رمانا تھا کا ہے بالکل صاف کسی طرح کا شبہ نہیں ہو سکتا، میں
تمہارا قائل ہو گیا ہو جی، وہ کیا حکمت نکالی ہے ہم سب کے کان کٹ گئے۔ کسی کو
نہ سوجھی اب جو سوچتا ہوں تو دیکھتا ہوں کتنی آسان بات تھی، اب تو وہاں کسی کو
جانا چاہیے جو حضرت کو پکڑ کر گھسیٹ لائے۔

یہی بات چیت ہو رہی تھی کہ رتن آپہنچی، جالیا اُسے دیکھتے ہی وہاں سے
نکل آئی اور اس کے گلے سے لیٹ کر بولی، بہو کلکتے سے خط آگیا وہیں ہیں۔
رتن۔ میرے سر کی قسم۔

جالیا۔ سچ کہتی ہوں خط دیکھو نا۔

رتن۔ تو تم آج ہی چلی جاؤ۔

جالیا۔ ہاں یہی تو میں بھی سوچتی ہوں تم چلو گی۔

رتن۔ چلنے کو تو میں تیار ہوں، لیکن اکیلا گھر کس پر چھوڑوں۔ مجھے اس منی
بھوشن پر کچھ شبہ ہونے لگا ہے اس کی نیت اچھی نہیں معلوم ہوتی، بینک میں بیسی ہزار

روپے سے کم نہ تھے سب نہ جانے کہاں اڑا دیئے۔ کہنا ہے کو یا کرم میں خرچ ہو گئے حساب مانگتی ہوں تو آنکھیں دکھاتا ہے، دفتر کی کبھی اپنے پاس رکھے ہوئے ہے مانگتی ہوں تو مال جاتا ہے، مجھے خوف ہے کہ میرے ساتھ کوئی گہری خیال چل رہا ہے۔ ڈرتی ہوں میں اور جاؤں اور ہر سب کچھ نے دے کر چلتا بنے، بنگلے کے کچا ہک آرہے ہیں میں بھی سوچتی ہوں دیہات میں جا کر اطمینان سے پڑی رہوں۔ میں نہ ہوں گی تو شاید روپے بھی مجھے دیکھنے کو نہ ملیں گے۔ گوپی کو لے کر آج ہی چلی جاؤں روپے کا انتظام میں کر دو گی۔

جالیا، گوپی ناتھ تو شاید نہ جاسکیں، دادا کی دوا دارو کے لئے بھی تو کوئی چاہیئے۔ رتن، وہ مجھ پر چھوڑ دو۔ میں روز سویرے آجاؤں گی اور شام کو بھی ایک بار دیکھ جایا کروں گی۔

جالیا، اور دن بھر ان کے ساتھ کون بیٹھا رہے گا۔ رتن، میں تھوڑی دیر بیٹھی بھی رہا کروں گی، مگر تم آج ہی جاؤں بچا رہے پروہاں نہ جانے کیا گزر رہی ہو گی، تو بیہوش رہی نہ۔ رتن منشی جی کے کمرے میں گئی تو ریش با بھڑکے، ہو گئے اور بولے، آئیے! دی جی درما بھوکا پتہ تو چل گیا۔

رتن، اس میں آدھی کارگزاری میری ہے۔ اب اپنی یہاں لانے کی فکر کرنی ہے۔

رتن، رزس کی سب سے اچھی صورت یہی ہے کہ جالیا جا کر اپنی پکڑ لاویں گوپی کو ساتھ لیتی جائیں، آپ کو اس میں کوئی اعتراض تو نہیں ہے دادا جی! منشی جی کو اعتراض تو تھا، ان کا بس چلتا تو اس موقع پر دس پانچ آدمیوں کو

اور جمع کر لیتے، مگر معاملہ ایسا آڑا تھا کہ کچھ بول نہ سکے۔

گوپی کلکتہ کی سیر کا ایسا اچھا موقعہ پا کر کیوں نہ خوش ہوتا۔ بتمبھر دل میں اٹھ کر رہ گیا۔ خدا نے اسے کم سن نہ بنایا ہوتا تو آج اس کی حق تلفی کیوں ہوتی۔ گوپی ایسے کہاں بڑے ہوشیار ہیں۔ جہاں جلتے ہیں وہیں کچھ نہ کچھ کھو اتے ہیں، ہاں مجھ سے بڑے ہیں قدرت کے لغام نے اسے مجبور کر دیا۔

رات کو نو بجے جا لیا چلنے کو تیار ہوئی۔ ساس سسر کے قدموں پر سر جھکا کر دعائیں لیں۔ بتمبھر ناخود رو رہا تھا، اسے گلے لگا لیا پیار کیا اور موٹر پر بیٹھی، رتن اسٹیشن تک پہنچانے کے لئے آئی تھی، موٹر چلی تو جا لپٹنے کہا، کلکتہ تو بہت بڑا شہر ہو گا، وہاں پتہ کیسے چلے گا۔ رتن پہلے اخبار کے دفتر میں جانا وہاں سے پتہ چل جائیگا۔

جا لیا، ٹھہروں گی کہاں؟

رتن، دھرم شالہ میں یا ہوٹل میں ٹھہرنا۔ روپے کی ضرورت پڑے تو مجھے تار دینا رہا جو آجائیں تو میری ناؤ پار لگ جائے۔ یہ منی بھوشن مجھے تباہ کر دے گا۔

جا لیا، ہوٹل میں بد معاش تو نہ آتے ہوں گے۔

رتن، کوئی ذرا بھی شرارت کرے ٹھوکر مارنا، کچھ لوچھا مت، ٹھوکر جاکر تب بات کرنا۔

دکڑ سے ایک چھری نکال کر اسے اپنے پاس رکھ کر مکر میں چھپائے رکھنا جب کبھی باہر نکلتی ہوں تو اسے اپنے ساتھ رکھتی ہوں۔ اس سے دل بڑا مضبوط رہتا ہے جو مرد کسی عورت کو خیر تلہے تو سمجھ لو وہ پرے سرے کا نامرد، کمینہ اور اوباش ہے، تمہاری چھری کی جھک اور تمہارے تیور ہی دیکھ کر اس کی روح فنا ہو جائے گی۔ سیدھا دم دبا کر بھاگے گا، لیکن اگر ایسا موقع آ ہی پڑے جب ہمتیں چھری سے کام لینے پر مجبور ہو جانا پڑے تو ذرا مت جھمکنا اس کی ذرا فکر مت کرنا کہ کیا ہو گا کیا نہ ہو گا۔ جو کچھ ہونا ہو گا ہو جائے گا۔

اسٹیشن آ گیا۔ قلیوں نے اسباب اتارا، گوپی ملکٹ لایا، جا لیا پتھر کی مورتی کی طرح

میٹ فارم پر کھڑی رہی، گویا اس مفلوج ہو گئے ہوں۔ کسی بڑی آزمائش سے پہلے ہماری وہی حالت ہو جاتی ہے جو آسمان کی طوفان آنے سے قبل ہوتی ہے رتن نے گوپی سے کہا۔ ہوشیار رہنا۔

گوپی ادھر کئی مہینوں سے ورزش کرتا تھا چلتا تو موڈھے اور سینہ کو دیکھا کرتا۔ دیکھنے والوں کو تو وہ جیوں کا تیوں نظر آتا تھا۔ مگر اپنی نگاہ میں وہ کچھ اور ہو گیا تھا شاید اُسے تعجب ہوتا تھا کہ اسے آتے دیکھ کر کیوں لوگ راستہ سے ہٹ نہیں جاتے۔ کیوں اس کے قد و قامت سے مرعوب نہیں ہو جاتے۔ اگر کوہلا کسی نے ذرا بھی چوں چڑکی تو بڑی توڑ دو نگار۔

رتن مسکرائی۔ یہ تو مجھے معلوم ہے سو مت جانا۔

گوپی۔ بلیک تو جھپکے گی نہیں۔ مجال ہے نفید آجائے۔

گاڑی آگئی۔ گوپی نے ایک ڈبے میں گھس کر قبضہ جمالیا۔ جالپا کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے بولی۔ بہن دعا دو کہ انہیں بے کشریت سے لوٹ آؤں۔ اس وقت اس کا کمزور دل کوئی سہارا ڈھونڈ رہا تھا اور دعا کے سوا وہ سہارا اور کہاں ملتا۔

انجن نے سیٹی دی۔ دونوں سہیلیاں گلے ملیں جالپا گاڑی میں جا بیٹھی۔

رتن نے کہا رجتے ہی خط بھیجنا۔

جالپا نے سر ہلا دیا۔

اگر میری ضرورت معلوم ہو تو فوراً خط لکھنا۔ میں سب کچھ چھوڑ کر چلی آؤں گی۔

جالپا نے سر ہلا دیا۔

راستے میں روانہ!۔

جالپا ہنس پڑی۔ گاڑی چل دی۔